تحقیق و تنقید

مولانا محمد رمضان سلفی

قسط ۴

مستشرقِ ہندی کے ناکارہ وارث

اور

خطبۂ حجۃ الوداع

۸۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ - الآية" (التوبۃ: ۳۶)

• "قوانینِ خداوندی کی رُو سے مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔" (لغات القرآن: ۱۶۰۵/۴)

۹۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"تمہاری عورتوں پر تمہارا ایک حق ہے، اور تم پر ان کا ایک حق ہے، وہ تمہارا بستر کسی کے لئے نہ بچھائیں اور فحاشی اختیار نہ کریں، ورنہ تمہیں اجازت ہے کہ تم انہیں بستر میں چھوڑ دو۔"

مرد و زن کے حقوق سے متعلق سورۃ البقرۃ کی آیت "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ الخ" اوپر ذکر ہو چکی ہے۔

اور ان کے لئے فحاشی نہ اختیار کرنے پر قرآنِ کریم کی اس آیتِ کریمہ سے روشنی پڑتی ہے :

"... مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ۔ الآية !" (النساء : ۲۵)

مسٹر پرویز نے لکھا ہے :

"حصان اس عورت کو کہتے ہیں جو پاکدامن ہو اور اپنی عفت کو محفوظ رکھتی ہو۔" (لغات القرآن ۲/ ۵۱۸)

"المسافحة کے معنے زنا کرنے کے آتے ہیں۔" (لغات القرآن ۲/ ۸۷۸)

"اور خدن چوری چھپے کی آشنائی کو کہتے تھے۔" (لغات القرآن: ۲/ ۵۸۲)

قرآنی الفاظ کی بیان کردہ ان لغات کے پیش نظر آیتِ بالا کا مفہوم یہ ہوا کہ :

"پاکدامن عورتیں، جو زناکار نہ ہوں اور چوری چھپے آشنا بنانے والی نہ ہوں"

اب صرف اشکال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ مذکورہ آیت لونڈیوں کے بارہ میں ہے، اسے آزاد عورتوں کے حق میں کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے؟ تو اس کا حل بھی مسٹر پرویز کی لغات القرآن سے ملاحظہ ہو :

"اگرچہ یہ لفظ اس زمانے کی لونڈیوں کے سلسلہ میں آیا ہے لیکن اطلاق اس کا عام ہے۔" (لغات القرآن ۲/ ۸۷۸)

نیز فرمایا :

"وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا۔ الآية !" (النساء : ۳۴)

اس آیتِ کریمہ کی لغات بیان کرتے ہوئے مسٹر پرویز نے لکھا ہے :

"کسی چیز کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا "نَشَزَ" کہلاتا ہے، اس سے "نشوز" کے معنی ہیں۔ میاں بیوی میں سے ایک کا مخالفت پر اُتر آنا، نافرمانی کرنے لگنا۔" (لغات القرآن ۴/ ۱۶۲۲)

"وَعَظَ کے معنی ہیں کسی کو کسی کام کے اچھے انجام اور مضر عواقب و نتائج سے

آگاہ کر کے اس کے دل کو نرم کرنا " (لغات القرآن : ۴/ ۱۷۲۲)

" اَلْھَجْرُ و الْھِجْرَانُ - کسی چیز کو چھوڑ دینا ، ترک کر دینا ۔ " (لغات القرآن : ۴/۱۷۵۳)

" اَلْمُضْطَجَعُ ۔ پہلو رکھنے یا لیٹنے کی جگہ ۔ " (لغات القرآن ۳ / ۱۰۶۰)

" وَاضْرِبُوْھُنَّ سے مراد بدنی سزا ہے ۔ " (لغات القرآن ۳ / ۱۰۶۴)

مذکورہ آیت کریمہ کے الفاظ کی بیان کردہ لغات کے پیش نظر آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ :

وہ بیوی جس کے مخالفت پر اتر آنے کا تمہیں ڈر ہو ، تو اسے اچھے انجام اور مضر نتائج سے آگاہ کر دو اور بدنی سزا بھی دو ، اور اسے اپنی بستر گاہ میں چھوڑ دو ۔ اِلّا یہ کہ وہ اپنی مخالفت ترک کر دیں ۔

۱۰۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

" وہ عورتیں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں ۔ "

یہاں قید سے مراد جیل نہیں ہے ، بلکہ اس سے قیدِ نکاح یعنی عقدِ نکاح مراد ہے ۔ اور قرآنِ کریم میں اسے یوں ذکر کیا گیا ہے :

" اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ " (البقرۃ : ۲۲۹)

یعنی قاعدے کے مطابق نکاح کے ذریعے روک رکھنا ، یا قیدِ نکاح سے آزاد کر دینا ۔ " (لغات القرآن ۲ / ۶۶۷)

۱۱۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

" تم نے ان کے ستر کو اللہ کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے ۔ "

یہاں اللہ کے کلمات سے قوانینِ خداوندی مراد ہیں ۔

مسٹر پرویز نے لکھا ہے :

" ان مقامات میں خدا کے کلمہ کے سیدھے سادے معنی " خدا کی بات " ہی ہے ، لیکن ظاہر ہے کہ خدا کی بات سے مراد خدا کا قانون ہے ۔ چنانچہ یہ لفظ " قانونِ خداوندی " کے معنوں میں عام طور پر استعمال ہوا ہے ۔ " (لغات القرآن : ۳ / ۱۲۵۵)

اور عورتوں کے ستر کو قانونِ خداوندی کے مطابق حلال کرنے سے متعلق ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

"فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ ؛ الآية" (النساء: ۳)

نیز فرمایا:

"أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ - الآية" (النساء: ۲۴)

"کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو اور اس طرح زوجین ان پابندیوں میں گھر جائیں، جو میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں ایک دوسرے پر عائد ہوتی ہیں، یہ نہیں کہ تم ان سے محض شہوت رانی کے لئے تعلقات پیدا کرو۔"

(مفہوم القرآن ۱/۱۸۴)

۱۲۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ"

استمساک بکتاب اللہ کے متعلق قرآنی تعلیم کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور سنتِ رسول اللہ کے حجت ہونے کے بارے میں قرآنی تعلیم بالاختصار حسب ذیل ہے:

حجیتِ حدیث:

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دورِ رسالت میں مکمل اسلامی نظام نافذ فرما دیا تھا اور اپنے قول و عمل سے قرآنی اصول و احکام کی تعبیر و تشریح کر کے تاقیامت آنے والی امتِ مسلمہ کے لئے اسوۂ حسنہ قائم کر دیا تھا اور یہ بات مسٹر پرویز نے بھی تسلیم کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "شاہکارِ رسالت" میں لکھتے ہیں:

"ان تفاصیل و جزئیات کا تعین سب سے پہلی اسلامی حکومت کے سربراہ حضور نبی اکرم نے فرمایا۔" (ص ۲۶۶)

قرآنی احکامات کی تعمیل میں صادر ہونے والی آپ کی بیان کردہ تفاصیل و جزئیات اقوال و افعال اور تقریرات کو ہی "حدیثِ نبوی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ہماری راہنمائی اس طرف کرتا ہے کہ یہ سب قرآنی اصول کی طرح وحی تھیں۔ قرآنی احکامات کی ان تفاصیل و جزئیات کا تعین رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت میں شامل تھا اور نظامِ اسلام کے نفاذ میں آپ مکمل طور پر وحی الٰہی کے ہی پابند تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ - الاٰیۃ" (الانعام: ۱۰۷)

"(اے رسولؐ!) آپ صرف اسی چیز کی اتباع کریں جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔"

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ - الاٰیۃ!" (المائدۃ: ۴۹)

"(اے پیغمبرؐ) آپ لوگوں کے درمیان منزّل من اللہ (وحی) کے ساتھ فیصلہ کیا کریں۔"

اس قسم کی متعدد قرآنی آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دورِ نبوّت میں صرف وحی کی اتباع کی ہے، اور آپؐ اسلامی مملکت کے قیام میں منزل من اللہ کے ہی پابند رہتے تھے، بنابریں آپؐ قرآنِ کریم کے اصول و احکام کی تفاصیل و جزئیات کا تعین وحی الٰہی سے کیا کرتے تھے۔

اس کے برعکس اگر یہ کہا جائے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی احکام کی جزئیات کا تعین وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنی صوابدید سے کر لیا کرتے تھے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے ذاتی امور کی اتباع و اطاعت کا حکم دیتے رہے، بالفاظِ دیگر انہیں اپنا غلام بناتے رہے۔ حالانکہ کسی نبی کے بھی یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنی ذات کی غلامی اختیار کرنے کی دعوت دے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ - الاٰیۃ!" (اٰلِ عمران: ۷۹)

یعنی "کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب و حکم اور نبوت عطا کرے، پھر وہ لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دے کہ تم (اللہ تعالیٰ کی غلامی کی جگہ) میری غلامی اختیار کرو۔ بلکہ (وہ کہتا ہے کہ) تم رب والے بن جاؤ۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہر نبی اور رسول اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی ہی چوکھٹ پر

جھکاتا رہا ہے اور کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے لوگوں پر وحی سے ہٹ کر اپنی طرف سے کچھ بیان کر کے انہیں اپنی ذات کی غلامی اختیار کرنے کی دعوت دی ہو ـــــ تو ماننا پڑے گا کہ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تمام کے تمام اصول و فروع اور سب کی سب تفاصیل و جزئیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی متعین ہوا کرتی تھیں۔

اب جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور قرآنی اصول کی تعبیر و تشریح کا وحی الٰہی ہونا حقیقتِ ثابتہ ہے، تو غور طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ عہدِ رسالت مآب کا تشکیل دیا ہوا یہ نظامِ اسلام بالکل اسی طرح مکمل طور پر آگے بھی چلانا تھا یا نہیں ؟

بہتر یہی ہے کہ اس سوال کا حل بھی پرویزی لٹریچر سے ہی پیش کیا جائے ـــــ "شاہکارِ رسالت" میں ہے :

"جو نظام رسول اللہ نے قائم فرمایا تھا وہ آپ کی ذات اور حیات تک محدود نہیں تھا، اسے حضورؐ کے بعد بھی اسی طرح جاری و ساری رہنا تھا۔۔۔۔ اس نظام کو جاری رکھنے کے لئے حضورؐ کی جانشینی کو خلافت کہا جاتا ہے۔" (ص ۱۳۱)

خلفاءِ راشدینؓ کے ادوار میں اتباعِ سنت کا جذبہ اپنے عروج پر تھا اور وہ اپنے پیش آمدہ تمام مسائل کو قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ ہی سے حل فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ "خلیفۃ الرسول" کہلائے۔

ذرا غور فرمایئے ! اگر ہر اسلامی مملکت، قرآنی احکام کو اپنے اپنے وقت کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لینے کی شرعاً مجاز ہو اور کلیاتِ قرآن کی جزئیات کی تعیین میں احادیثِ نبویہ کی پابند نہ ہو ــــ جیسا کہ مستشرق پرویز وغیرہ کا خیال ہے ـــــ تو صدیقِ اکبرؓ نے اپنے لئے "خلیفۃ الرسول" کے لقب کو کیوں پسند فرمایا ؟ صرف اس لئے کہ آپؓ قرآنی اصول کی تعبیر و تشریح اور ان کی جزئیات کی تعیین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و فرامین کے پابند تھے ـــــ یوں آپؓ لوگوں کی راہنمائی اتباعِ سنت کی طرف ہی کرنا چاہتے تھے تاکہ قرآنِ کریم کی تعبیر و تشریح میں لوگ بے لگام نہ ہو جائیں اور مثلاً اسلام دشمن ایجنٹ، حدیثِ نبوی سے انکار کر کے "قرآنی نظام" کے نام سے، فرنگی آراء کو اسلام میں نہ ٹھونس سکیں۔

خلفاء راشدین رض کا دور اسی لئے دورِ خلافت کہلاتا ہے کہ اس میں مسلمان صرف وحی الٰہی (قرآن وحدیث) کی اتباع کرتے تھے۔ ورنہ قرآنی اصول کی تعبیر اگر مخلوق کی طرف سے ہو تو اسے ملوکیت کہتے ہیں، مسٹر پرویز نے بھی لکھا ہے:

"خلافت' احکام و قوانینِ خداوندی کی اطاعت کرنا اور کرانا ہے۔ اور ملوکیت دوسروں سے اپنے احکام منوانا۔ قرآن نصب خلافت کا حکم دیتا اور ملوکیت کو حرام ٹھہراتا ہے۔" (شاہکارِ رسالت: ص ۶۰)

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافذ کردہ اسلامی نظام کے اصول و فروع اور تفاصیل و جزئیات سب وحی کے تابع تھے۔ اور یہی سلسلہ بعینہٖ خلفاء راشدین رض کے ادوار میں جاری و ساری رہا اور وحی الٰہی (قرآن وحدیث) کی اتباع کو ہی خلافت کہا جاتا ہے۔ ورنہ ملوکیت وہ ہوتی ہے کہ جس میں ڈھنڈورہ تو پیٹا جاتا ہے قرآنی نظام ربوبیت کا، اور ان کی تعبیر و تشریح کا حق حکمرانوں کو سونپ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ اختیار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں تھا کہ وہ قرآنی احکام کی تفسیر وحی سے الگ ہو کر اپنی صوابدید سے کر سکیں۔ بلکہ مسٹر پرویز نے اسے شرک قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"اگر وہ اس پر راضی ہو جائے کہ کچھ معاملات میں خدا کا قانون اور کچھ میں انسانوں کا قانون نافذ العمل ہو، تو یہ شرک ہے۔ یعنی خدا کی حکومت میں دوسروں کو شریک کرنا۔" (شعلہ مستور: ص ۲۰۴)

بنا بریں یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی تشریح وقت کے تقاضے کے مطابق اپنی ذاتی آراء سے کر کے شرک کا ارتکاب کریں۔ وہ تو اسلامی نظام کے نفاذ میں اور اس کے اصول و فروع اور کلیات و جزئیات کی تعیین میں صرف وحی ہی کے پابند تھے، پھر نہ جانے کیوں یہی مسٹر پرویز فرنگی نظریات کو قرآن اور اسلام کے لبادے میں پیش کرنے میں بڑے مشتاق رہے اور قرآن کریم کی تعبیر کا حق صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے چھین کر بڑے دھڑلے سے وقت کے حکمرانوں کو دے دینا چاہتے تھے؟ یہی وہ عجمی سازش ہے، جس کے ذریعے سے امتِ مسلمہ کو مزید افتراق و انتشار میں مبتلا کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ روئے زمین پر جتنی اسلامی مملکتیں ہوں گی، سب کے تقاضے دوسروں سے مختلف ہوں گے، اور زبان و مکان کے اختلاف سے ہر ایک کی قرآنی تعبیر و تشریح

دوسروں سے الگ اور انوکھی ہو گی۔ یوں امتِ مسلمہ بے شمار امتوں میں بٹ کر رہ جائے گی۔ پس امت کی وحدت کو باقی رکھنے یا بحال رکھنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآنی احکام کی تشریح صرف فرامینِ رسولؐ اور احادیثِ نبویہ سے کی جائے، جو کہ ان کج فکر لوگوں کو گوارا نہیں ہے۔

قارئینِ کرام غور فرمائیں، منکرینِ حدیث کس طرح امت کو ضلالت و غوایت کے اس کنارے پر لے جانا چاہتے ہیں، جہاں سے وہ بآسانی اسے ہلاکت اور تباہی کے عمیق گڑھے میں دھکیل سکیں۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں حدیثِ نبوی کے ساتھ ساتھ چونکہ قرآنِ کریم کا شرعاً حجت ہونا بھی مذکور ہے، لہٰذا اس خطبہ کی صحت کا انکار کر دینے والے دراصل لوگوں کے ذہنوں کو انکارِ قرآن کی طرف پھیر دینا چاہتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ!

طلوعِ اسلام، احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کے لئے ان کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت کی شرط لگاتا ہے۔ حالانکہ جہاں کوئی صحیح حدیث قرآنی تعلیمات کے خلاف نہیں ہوتی، وہاں بے شمار ایسی روایات بھی موجود ہیں، جو اگرچہ قرآنی تعلیمات سے مطابقت رکھتی ہیں، لیکن محدثین کرامؒ نے ان کی استنادی حیثیت کے پیشِ نظر انہیں ضعیف یا موضوع قرار دیا ہے۔ تاکہ کوئی ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب نہ ہو سکے، جو آپؐ نے بیان نہیں فرمائی، اور جس کی سزا جہنم ہے۔ گویا طلوعِ اسلام کا یہ اصول ایسا اصولِ حدیث ہے کہ جس کی مدد سے بے شمار موضوع روایات کو بھی صحیح بنایا جا سکتا ہے۔

شبلی نعمانیؒ اور ابن ہشامؒ کی "سیرۃ النبیؐ" سے طلوعِ اسلام کے نقل کردہ خطبۂ حجۃ الوداع کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت ثابت کرنے کے بعد اب ہم اُس مروجہ خطبہ کی طرف آتے ہیں جس کی استنادی حیثیت ضعیف ہے۔ اس لئے ہم اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنے سے گریز کریں گے تاہم اس کی مطابقت میں قرآنی آیات پیش کرتے ہیں تاکہ طلوعِ اسلام کو اپنے اس اصولِ حدیث کی ناپائیداری کا اندازہ ہو سکے۔

۱۔ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ کوئی اس کا ساجھی نہیں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ" (الرعد: ۳۰)

اور "قُلْ هُوَ رَبِّي" کے تحت امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"الْوَاحِدُ الْمُتَعَالِي مِنَ الشُّرَكَاءِ" (تفسیر کبیر: ۱۹/۵۲)

یعنی اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے، وہ کسی بھی شریک اور ساجھی سے بلند و بالا ہے۔"

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ" (الانعام: ۱۶۴)

۲۔ "خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا، اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا اس کی ذات نے باطل کی ساری مجتمع قوتوں کو زیر کیا۔"

اللہ تعالیٰ کا "اپنے وعدے کو پورا کرنے" اور اس کی خلاف ورزی نہ کرنے کے متعلق ارشاد ہے:

"وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، الآيۃ" (الحج: ۴۷)

یعنی "اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے، (بلکہ اسے پورا فرماتے ہیں)"!

اور "اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے" کے بارہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ - الآیۃ" (التوبۃ: ۴۰)

"اگر تم نظامِ خداوندی کے قیام کے سلسلہ میں رسول کی مدد نہیں کرتے (تو نہ کرو) خدا نے اس کی مدد اس زمانے میں کی تھی، (جب وہ بظاہر بے یار و مددگار تھا)"۔

مفہوم القرآن: ۱/۴۲۷)

جبکہ "باطل کی ساری قوتوں کے عنقریب زیر ہو جانے" سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" (القمر: ۴۵)

"ان سے کہو کہ تم سب مل کر میرے مقابلہ میں متحدہ محاذ بنا لو، اور میدان میں آجاؤ

پھر دیکھو کہ تمہیں کس طرح شکستِ فاش ملتی ہے اور تم کیسے پیٹھ دکھا کر بھاگتے ہو۔" (مفہوم القرآن : ۱۲۵۲/۲)

۳- "بیت اللہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمات علیٰ حالہ باقی رہیں گی" یہ سب خدمات نوعِ انسانی کے بھلائی کے کاموں میں داخل ہیں۔ جنہیں قرآنِ کریم نے یوں بیان فرمایا ہے :

"يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ" (آلعمران : ۱۱۴)

"یہ ہیں ان میں سے وہ لوگ جو صحیح معنوں میں اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، ان باتوں کا حکم دیتے ہیں جنہیں قرآن صحیح تسلیم کرتا ہے، اور ان سے روکتے ہیں، جنہیں وہ ناپسندیدہ قرار دیتا ہے، نوعِ انسانی کی بھلائی کے کاموں میں تیزی سے قدم اٹھاتے ہیں، یہ لوگ صالحین (مومنین) کے زمرے میں شامل ہو چکے ہیں۔" (مفہوم القرآن : ۱۴۹/۱)

(جاری ہے)

نشر السنہ کی نئی پیشکش

• - حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآراء کتاب

"تہذیب التہذیب"

مکمل سیٹ بارہ جلد 65 گرام امپورٹڈ چکنا آفسٹ پیپر عام قیمت ۱۲۰۰ روپے

پیشگی رقم بھیجنے والوں کے لئے ۳۰٪ رعایت یعنی ۸۰۰ روپے۔ مزید تفصیلات کے لئے:

نشر السنہ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور